محمد حنیف ندوی

غزالی اور آدابِ معاشرت

(۲)

آدابِ دعوت

دعوت وضیافت کے چھ مقام ہیں جن کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ دعوت، اجابت، دعوت قبولیت، تقدیم طعام، کھانا اور اس کے بعد چل دینا۔ مقام دعوت کی اہمیت وفضیلت ملاحظہ ہو، آنحضرتؐ کا ارشاد ہے:

لاخیر فیمن لایضیف — وہ شخص کوئی بھلا آدمی نہیں ہے جو دعوت نہیں کرتا

ایک مرتبہ حضورؐ کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جو اچھا خاصا مالدار تھا۔ اس کے پاس اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری کیا نہیں تھا۔ لیکن اس نے اس کے باوجود حضورؐ کو کھانے کی دعوت نہ دی پھر آپ کا گزر ایک ایسی عورت پر ہوا جس کے پاس چند بکریاں ہی تھیں مگر اس نے دعوت دی بکری ذبح کی اور مہمان نوازی کا شرف حاصل کیا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا:

انظروا الیہما انما ھذہ الاخلاق بید اللہ فمن شاء ان یمنحہ منہا خلقا حسنا فعل

ان دونوں کے مال ودولت کے فرق کو دیکھو اور ان کے دلوں کے تفاوت پر نظر ڈالو۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ اخلاق اللہ کی دین ہے جب وہ کسی شخص کو اچھے اخلاق سے آراستہ کرنا چاہتا ہے تو وہ ایسا کر دیتا ہے۔

خود حضور صلعم مہمان کی عزت کو کس حد تک ضروری خیال کرتے تھے اس کے لیے ابو رافع کا جو آپ کا ایک وفادار غلام تھا بیان دیدہ و دل سے پڑھنے کے لائق ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نزل بہ ضیف فقال قل لفلان الیہودی نزل بی ضیف فاسلفنی شیئا من الدقیق الی رجب فقال الیہودی واللہ ما اسلفہ الا برھن فاخبرتہ فقال واللہ انی لامین فی السماء امین فی الارض ولو اسلفنی لادیتہ فاذھب بدرعی الحدید

(مشکوٰۃ بحوالہ شرح السنہ)

آنحضرت صلعم کے ہاں ایک شخص مہمان آیا۔ آپ نے ابو رافع کے ذریعے ایک یہودی کے ہاں کہلا بھیجا کہ میرے ہاں ایک مہمان آیا ہے اس کے لیے تھوڑا سا آٹا قرض دے دو میں رجب تک ادا کر دوں گا۔ اس نے کہا بغیر رہن [illegible] قرض نہیں دیتا۔ آنحضرت کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا اس نے خواہ مخواہ بدگمانی سے کام لیا۔ میری امانت و دیانت تو آسمانوں اور زمین میں مسلّم ہے۔ خیر جاؤ اور میری زرہ رہن رکھ دو۔

آنحضرت صلعم سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے۔ فرمایا:

اطعام الطعام وبذل السلام

کھانا کھلانا اور السلام علیکم کو عام کرنا۔

حضرت انسؓ کا قول ہے:

کل بیت لا یدخلہ ضیف لا تدخلہ الملائکۃ

جس گھر میں مہمان قدم نہ دھرے اس میں فرشتے بھی داخل ہونا پسند نہیں کرتے۔

دعوت کے سلسلے میں نہایت ضروری بات یہ ہے کہ اس کا دائرہ وسعت اختیار اور [illegible] لوگوں تک وسیع ہونا چاہیے۔ شادی اور [illegible] دعوت [illegible] کی حوصلہ افزائی کرنا ہے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے:

لا تاکل الا طعام تقی ولا یاکل طعامک الا تقی۔

تم خود بھی پاکباز اور اتقیا ہی کے کھانے میں شرکت کرو اور تمہارے ہاں بھی اسی گروہ کو شریک ہونا چاہیئے۔

ایک جگہ فرمایا:

شر الطعام طعام الولیمہ یدعی الیہا الاغنیاء دون الفقراء

بدترین کھانا اس ولیمہ کا ہے جس میں صرف اغنیاء ہی کو بلایا جائے اور غرباء کو نظر انداز کر دیا جائے۔

بعض لوگ دوسروں کو تو اکثر اپنے ہاں کھانے پر بلاتے رہتے ہیں مگر اپنے اعزہ و اقارب کا خیال نہیں رکھتے، یہ جائز نہیں۔ اس سے دلوں میں بغض و عناد پیدا ہوتا ہے اور قطع رحمی لازم آتی ہے۔

دعوت کے ضمن میں کچھ اور چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے جن میں اہم تر یہ ہے کہ اس کا مقصد اظہارِ تفاخر اور شان و شکوہ ہرگز نہ ہونا چاہیے بلکہ اس سے مقصود یہ ہونا چاہیے کہ اس طرح مختلف دلوں میں اخوت و محبت کے روابط پیدا ہوتے ہیں، انس بڑھتا ہے، مل بیٹھنے کے لمحے میسر آتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حضور ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہونے کا موقع ملتا ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ایسے لوگوں کو دعوت میں شریک نہ کیا جائے جن سے شریک ہونے والوں میں بدمزگی یا تلخی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔

اولاً: دعوت میں امیر و فقیر کا امتیاز روا نہ رکھا جائے اور یہ نہ کیا جائے کہ امراء و اصحابِ ثروت کے کھانوں میں شریک ہونا قبول کیا جائے اور اس پر فخر و ناز کیا جائے اور غرباء کی دعوت کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا جائے، کیونکہ یہی وہ تو ہے پندار و تکبر ہے جس سے شریعت نے سختی سے روکا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا وتیرہ اس باب میں یہ تھا کہ

یجیب دعوۃ العبد و دعوت المساکین

ایک غلام اور غریب و مسکین شخص کی دعوت کو

بھی قبول فرما لیتے تھے۔

خانوادۂ رسالت کا طرزِ عمل بھی اسی انداز کا تھا۔ حضرت حسینؓ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ ایک مرتبہ خچر پر سوار کہیں جا رہے تھے کہ ان کی نظر چند ایسے ناداروں سے ہوئی جن کا پیشہ بھیک مانگ کر گزر بسر کرنا تھا۔ ان کے سامنے روٹی کے کچھ ٹکڑے اِدھر اُدھر ریت پر بکھرے ہوئے تھے۔ انھوں نے جب دیکھا کہ آنحضرتؐ کا جگر گوشہ یہاں سے گزر رہا ہے تو انھوں نے ازراہِ تبرک دعوت دی کہ جناب آپ ہمارے اس ناشتے میں شریک ہو جائیں تو زہے نصیب۔ یہ خچر سے اُترے اور بلا تکلف شریک ہو گئے۔ پھر ان لوگوں سے وعدہ لیا کہ تم بھی کبھی اپنے ہاں کھانے پر بلائیں گے تمھیں آنا ہوگا۔ پھر ان کو بلایا اور نہایت ہی اعلیٰ کھانوں سے ان کے کام و دہن کی تواضع کی۔

حتی الامکان ایسی دعوت قبول کر لینے میں تامل نہیں کرنا چاہیے جو اخلاص پر مبنی ہو۔

ابو تراب نخشبی کا کہنا ہے:

عرض علی طعام فامتنعت عنه فابتلیت بالجوع اربعة عشر یوما فعلمت انه عقوبته	میرے سامنے کھانا لایا گیا مگر میں نے انکار کیا جس کی پاداش میں مجھے چودہ دن تک بھوکا رکھا گیا۔

ثانی: بعد مسافت کے عذر پر دعوت کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔

ثالث: بسا اوقات دعوت میں انسان کے لیے نفلی روزہ حائل ہوتا ہے اس کی پروا نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ اگر نیت یہ ہے کہ میرے کھانے سے ایک مسلمان دوست کا دل خوش ہو جاتا ہے تو اس میں بھی اجر ہے۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے:

تکلف لک اخوک وتقول انی صائم	تیرے ایک بھائی نے دعوت کا تکلف کیا ہے اور تو کہتا ہے کہ میں روزہ سے ہوں یہ نامناسب بات ہے۔

حضرت ابن عباس کا قول ہے :

عن افضل الحسنات اکرام الجلساء بالافطار — بہترین نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص روزہ افطار کر کے اپنے ساتھیوں کی عزت افزائی کرے

اس کا یہ مطلب ہے کہ اس نیت سے یہ افطاری بھی ایک نوع کی عبادت قرار پاتی ہے۔

رابع : قبولیت دعوت سے پہلے اس چیز کا اطمینان کر لینا چاہیے کہ کہیں کھانے میں حرام کا شبہ تو نہیں ہے یا اس کا انتظام نہیں کیا گیا ہے کہ جس پر یقینہ شرعاً درست نہیں یا وہاں جو قالین اور چادریں بچھی ہیں وہ ناجائز مال سے تو حاصل نہیں کی گئیں۔ یا جہاں آپ کے کھانے کا انتظام کیا ہے وہاں کوئی چیز ایسی تو نہیں جو از روئے شرع کھٹکنے والی ہو مثلاً وہاں تصویریں ہوں، فرش دیباج و حریر کا ہو، برتن سونے چاندی کے ہوں، یا مثلاً مزامیر وغیرہ کا التزام کیا گیا ہو۔ علاوہ ازیں یہ بھی دیکھ لینا ضروری ہے کہ تہمت، غیبت اور بہتان والزام تراشی وغیرہ برائیوں کا سامنا تو نہیں کرنا پڑے گا۔ یہ سب چیزیں ایسی ہیں جن سے شریعت نے روکا ہے اس لیے ان کی حوصلہ افزائی نہیں کرنا چاہیے۔

خامس : دعوت میں شریک ہونے سے پہلے اپنی نیت کا جائزہ لے لینا چاہیے اگر کھانے میں شرکت سے غرض صرف اس درجہ ہے کہ اس سے پیٹ کا خلا بھرنے کا موقع ملے گا اور کام و دہن کی تواضع کے خوب خوب مواقع ہاتھ آئیں گے تو یہ نیت کسی طرح بھی حدود شریعت میں مستحسن نہیں کہی جائے گی۔ یعنی اس نیت سے کبھی کسی کی دعوت میں شریک نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس نیت پر آمادہ کرنے والا محرک خالصتاً دنیاوی ہے شرعی اور دینی نہیں۔ دینی اور اخروی محرک یہ ہے کہ انسان دعوت کو اس بنیاد پر قبول کرے کہ اس طرح آنحضرت صلعم کی ٹھہرائی ہوئی سنت کی پیروی کا شرف حاصل ہوگا۔ اور دعوت مسترد کر کے اس حدیث کا مصداق ہو کر مستحق نہیں قرار دیا جائے گا۔

من لم یجب الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ — جس نے دعوت منظور نہیں کی اس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی

رسول اللہ ... کی تعلیمات کی۔

اس لیے بھی اس کو دعوت سے انکار نہیں کرنا چاہیے کہ اس میں اکرام مسلم جیسی عظیم نیکی سے محروم رہنے کا خدشہ ہے۔

من اکرم اخاہ المومن فکانما اکرم اللہ — جس نے اپنے مسلمان بھائی کی تکریم کی وہ گویا خدا کی تکریم بجا لایا۔

اس بنا پر بھی دعوت قبول کرنا چاہیے کہ اس طرح ایک مسلمان کا جی خوش ہو جائے گا اور یہ بجائے خود بہت بڑی نیکی ہے۔ حدیث میں ہے:

من سر مومنا فقد سر اللہ — جس نے ایک مومن کا جی خوش کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا۔

قبولیتِ دعوت کا ایک محرک یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے ایک بھائی سے ملنا ہے اور اس کو اپنے پاس سے [illegible] کا موقع [illegible] ایک مسلمان کی دعوت کے قبول کرنے پر [illegible] ایک ایسا عمل [illegible] کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی وابستہ ہے اور اگر یہ سب نیتیں ہو جائیں تو اندازہ کیجیے کہ یہ چھوٹا سا فعل کتنی گوناگوں برکتوں کا حامل ہو جاتا ہے۔

نیت کی دینی اہمیت

ممکن ہے آپ کہیں کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں نیت کے التزام کے کیا معنی؟ ہم کہیں گے کہ یہی التزام تو سب کی جان ہے۔ اسی سے قلب کی [illegible] حاصل ہوتی ہے اور محاسبۂ نفس کا موقع ملتا ہے۔ اسی نکتہ کی وضاحت ایک بزرگ نے یوں فرمائی ہے:

انا احب ان یکون لی فی کل عمل نیۃ حتی فی الطعام والشراب — میں تو چاہتا ہوں کہ ہر کام میں نیت کروں حتی کہ کھانے اور پینے میں بھی نیت کی جائے

لیتا ہوں۔

اور یہی وہ حقیقت ہے جس کی آنحضرت ﷺ کی زبان فیض ترجمان نے اس طرح وضاحت فرمائی ہے:

انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی فمن کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ہجرتہ الی الدنیا یصیبہا او امرأۃ ینکحہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ۔

اعمال کی بنیاد نیتوں پر ہے اور ہر شخص وہی کچھ پانے کا مستحق ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے۔ سو جس نے ہجرت اللہ اور رسول کے لیے کی اس کی ہجرت واقعی اللہ اور رسول کے لیے ہے لیکن جس نے دنیا کو پانے کے لیے ہجرت کی یا اس بنا پر ترک وطن اختیار کیا کہ کسی عورت سے شادی کرے گا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اس کی ہجرت انہیں کاموں کے لیے محسوب ہوگی۔

نیت کے معاملے میں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ یہ صرف مباحات و معاملات میں موثر ہے محرمات میں نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی کو شراب پلائے یا اس کو کسی معصیت پر اکسائے اور نیت یہ ہو کہ اس کو خوش کرتا ہے اس طرح اور اس کے ملال و تکدر کو دور کرتا ہے تو بجائے ثواب کے اللہ کے عتاب کا مستوجب ہوگا

نیت کا محل وہ امور ہیں جن میں خیر و شر کا پہلو متردد ہے۔ ان میں اگر نیت خیر و صلاح کی ہے تو وہ عمل خیر پر محمول ہوگا اگرچہ اس کا ظاہر اتفاقاً شر سے ملتا ہو۔

یہاں تک قرآن آداب کا تعلق تھا جن کو دعوت قبول کرنے سے پہلے خیال رکھنا ضروری ہے کچھ آداب وہ ہیں جو مجلس دعوت میں پہنچ جانے کے بعد پیروی کے لائق ہیں۔ ان میں اہم اور قابل ذکر یہ ہیں:

مجلسِ دعوت کے آداب ۱۔ جب مجلس دعوت میں پہنچے تو صدر نشینی کی کوشش نہ کرے

اور نہ جگہ کا انتخاب بھی کرے بلکہ جہاں اس کی نشست کا انتظام صاحبِ خانہ کی طرف سے کیا گیا ہو وہیں بیٹھے۔ تواضع کا یہی تقاضا ہے۔

۲: صاحبِ خانہ نے اگر نشستوں کی کوئی خاص ترتیب قائم کر رکھی ہو اور اس میں کسی مہمان کی تکریم و اعزاز کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہو تو اس میں کوئی مداخلت نہ کیجیے اور بُرا نہ مانیے۔

۳: قریب و جوار میں جو لوگ بیٹھے ہوں ان سے سلام کہے اور ان کی مزاج پرسی کرے۔

۴: ایسی جگہ نہ بیٹھے جہاں سے مستورات نظر آتی ہوں۔

۵: جدھر سے کھانا آ رہا ہو اس طرف حریصانہ نظروں سے نہ دیکھے۔

۶: جب کوئی مہمان آئے تو صاحبِ خانہ کو چاہیے کہ پہلے اس کو ضروریات سے آگاہ کر دے۔ جیسے یہ بتا دے کہ سمتِ قبلہ کدھر ہے۔ وضو و پانی کا انتظام کس کمرے میں کیا گیا ہے۔

۷: صاحبِ خانہ کو چونکہ کھانا دوسروں کے ساتھ شروع کرنا ہوتا ہے اس لیے اپنے ہاتھ پہلے دھوئے اور جب کھانا ہو چکے اپنے ہاتھ آخر میں دھوئے۔

۸: کھانے میں تعجیل اولیٰ ہے لیکن اگر کسی ایسے شخص کا انتظار ہے جو غریب اور مفلس ہے یا جس کی دشمنی کا اندیشہ ہے تو تاخیر اور انتظار کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔

۹: دعوت اگر ولیمہ کی ہے تو اس میں شمولیت ضروری ہے کیونکہ

الولیمۃ حق فی اول یوم و سنۃ فی الثانی و معروف فی الثالث ریاء

(ولیمہ) پہلے دن تو سنت ہے، دوسرے دن معروف (مباح) ہے اور تیسرے دن محض دکھاوا اور ریا ہے۔

۱۰: کھانوں کی ترتیب اس طرح ہونا چاہیے کہ جو بلحاظِ غذا عمدہ ترین کھانے ہوں ان کو دسترخوان پر پہلے پیش کیا جائے۔ اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ تمام رنگ کے مطعومات ایک ساتھ چن دیے جائیں تاکہ جس شخص کو جو چیز مرغوب ہو وہ اس سے اپنا پیٹ بھر لے۔

بعض شرفاء سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ قسموں کھانوں کی ایک فہرست لکھ کر مہمانوں کے حوالے

کر دیتے تاکہ وہ جو کھانا چاہتے ہوں اور جو ان کو خصوصیت سے مرغوب ہو ان کو پیش کر دیا جائے ۔

۱۱: جب تک سب مہمان فارغ نہ ہو جائیں کوئی کھانا کھانے والا دسترخوان سے اٹھایا نہ جائے کیونکہ ممکن ہے کسی شخص کو ابھی کسی خاص کھانے سے طلب اور ضرورت ہوتا ہو ۔ اس سلسلہ میں ایک مزے کا قصہ درج ہے :

سفوری ایک بڑے خوش مزاج ظریف تھے ، ان کو ایک صاحب نے دعوت دی ۔ ایک مرتبہ اپنے یہاں کھانے پر بلایا اور ایک مسلّم بُرّہ بکرا ان کے سامنے رکھا وہ اس کے کھانے میں مشغول تھے ان کے میزبان نے کھانا شروع کیا اور بکرا ذبح ذبیح کر دیا مگر میزبان نے تقسیم کرنا شروع کیا تو ان کے گلے میں ہوش آیا [illegible] اٹھاؤ لیکن [illegible] ورنہ میری [illegible] روانہ ہوا اور یہ حضرت پیچھے پیچھے صاحب خانہ نے کہا کہاں بھاگے جا رہے ہو تو انہوں نے کہا کہ ان بچوں کے ساتھ شریک طعام نہیں ہو سکتا ، اس لیے اپنے [illegible] ہو گئے ۔

چنانچہ اب کھانے سے فراغت پا کر جائے تو [illegible]

مثلاً یہ کہ مہمان کو رخصت کرنے تک [illegible] کہ امام صاحب [illegible] وقت اچھی اچھی باتیں کرے تاکہ مہمان کو [illegible] بار ثابت ہوا ہے ، خوش گفتاری [illegible] چنانچہ یزید بن ابی حبیب کا [illegible] ہے :

وما وقفت حالی عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ [illegible]	میں نے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ [illegible]
حدثنا حدیثاً حسناً [illegible] اطعمنا طعاماً حسناً	انھوں نے عمدہ کھانا کھلایا [illegible] عمدہ باتیں بھی سنائیں ۔

جانے سے پہلے صاحب خانہ سے اجازت لینا بھی ضروری ہے ۔

یہ بھی ضروری ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی کے ہاں قیام نہ کرے ، ہاں اگر صاحب خانہ اصرار کرے اور [illegible] تو پھر کچھ حرج نہیں [illegible]

متفرقات

اور آخر میں [illegible] کا [illegible] ہے :

الاکل فی السوق دناءۃ — بازار میں کھانا پینا دناءت کے مترادف ہے۔

اس قول کو انھوں نے آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن عبداللہ بن عمرؓ سے ایک روایت یوں بھی آتی ہے:

کنا ناکل علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نمشی ونشرب ونحن قیام (ترمذی)

ہم آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں چلتے پھرتے کھا لیتے تھے اور کھڑے کھڑے پی لیتے تھے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔

ایک بہت بڑے صوفی کو کسی نے دیکھا کہ حضرت بازار میں کھا پی رہے ہیں اس پر ان سے کہا گیا کہ یہ کیا حرکت ہے؟

انھوں نے جواب میں کہا:

ویحک اجوع فی السوق واکل فی البیت

واہ کمبخت! بھوک تو مجھے بازار میں لگے اور کھانا گھر پر کھاؤں اس میں کیا تک ہے۔

جواب میں کہا گیا آپ مسجد میں بیٹھ کر کھا پی سکتے ہیں۔

انھوں نے کہا کہ یہ تجویز بلاشبہ معقول ہے مگر:

استحی ان ادخل بیتہ للاکل فیہ

اس تجویز پر حیا مانع ہے کیا اللہ کے گھر میں صرف کھانے کے لیے داخل ہوں؟

سوال یہ ہے کہ اس طرز عمل میں اور مذکورہ بالا احادیث میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟

بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ اشخاص اور عادات بلاد کے اختلافات سے تعلق رکھتا ہے، جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ بازار میں کھا لینے سے کبر و پندار کے داعیے ختم ہو جاتے ہیں اور تواضع اور بے پنداری کا جذبہ ابھرتا ہے اس کے لیے یہ جائز ہے۔ اسی طرح اگر کسی ملک میں یہ رواج ہے کہ وہاں اسے عموماً معیوب نہیں سمجھا جاتا اور اسے خلافِ وضع نہیں خیال کیا جاتا تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر کسی شخص کا منصب ایسا ہے کہ اس کے لیے سر بازار کھانا پینا زیب نہیں دیتا تو اس کے لیے ناجائز ہے اور بعض حالات میں اس درجہ مکروہ

ہے کہ شہادت پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔

ایک طبیب حاذق کا مشورہ

حجاج نے ایک طبیب حاذق سے درخواست کی کہ کوئی جامع نصیحت فرمائیے۔ اس نے کہا:

لاتنکح من النساء الا فتاة ولا تاکل من اللحم	شادی کرو تو جوان عورت سے کرو۔ اور گوشت
الا فتیا ولا تاکل المطبوخ حتی ینعم	کھاؤ تو کم عمر جانور کا۔ اور جب تک کوئی چیز
نضجه۔ ولا تشربن دواء الا من علة	اچھی طرح نہ پک جائے اسے نہ کھاؤ۔ دوا
ولا تاکلن من الفاکهة الا نضیجها۔	بغیر ضرورت کے نہ پیو اور کچا پھل نہ کھاؤ۔
ولا تاکلن طعاما الا اجدت مضغه	کھانا کھاؤ تو خوب چبا چبا کر۔ پسندیدہ جو بھی
وکل ما احببت من الطعام ولا تشربن	چیز ہو شوق سے کھاؤ لیکن کھانے کے بعد پانی نہ
علیه۔ فاذا شربت فلا تاکلن علیه	پیو۔ اور اگر پانی پی لو تو پھر اس پر کچھ کھاؤ نہیں
شیئا ولا تحبس الغائط والبول واذا	پیشاب یا پاخانہ نہ روکو۔ اور دن کو کھانا کھاؤ
اکلت بالنهار فنم واذا اکلت باللیل	تو تھوڑا سا سو لو اور رات کے کھانے کے بعد کچھ
فامش قبل ان تنام ولو مائة خطوة	ٹہل لو چاہے سو ہی قدم ہو۔

عربوں کے ہاں ناشتے کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ چنانچہ ایک عرب حکیم نے ناشتہ نہ کرنے کو بیماری کا ایک بہت بڑا سبب قرار دیا ہے۔ اس لیے اپنے بیٹے کو تاکید کی ہے کہ اس کو اول وقت کرنا چاہیے۔

یا بنی لا تخرج من بیتک حتی تتغدی فانه احلم لک۔	بیٹے گھر سے ناشتہ کیے بغیر نہ نکلا کرو۔ اس سے حلم قائم رہتا ہے۔

امراء و سلاطین کے ہاں دعوتوں میں اتنے تکلفات ہوتے کہ بعض صوفیاء نے اسے قابل اعتراض سمجھا کہ ایسے آدمی کی شہادت قبول نہیں کی جس نے کبھی اس کا ارتکاب کیا۔

ذوق و تکلف کی نمائش کیا اللہ و رسول کے ساتھ کھانے پینے میں تکلف و ذوق کی

بھی گنجائش نکل سکتی ہے۔ اس کے لیے ابو علی روذباری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قصہ بہت دلچسپ ہے:

انھوں نے ایک مرتبہ بڑے اہتمام سے فقرا کی دعوت کی اور اس میں یہ جدت اختیار کی کہ مکان میں ایک ہزار چراغ جلائے۔ ایک صاحب نے کہا کہ آپ نے اسراف سے کام لیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

ادخل فكل ما اوقدته لغير الله فاطفئه — آپ کو اجازت ہے جو چراغ غیر اللہ کے لیے ہیں انھیں بجھا دیجیے یا گل کر دیں۔

مقصد یہ تھا کہ ان میں کا ایک ایک چراغ اس نیت سے روشن کیا گیا ہے کہ اس کی روشنی سے اللہ کی یاد میں حضور قلب اور فرحت و انبساط حاصل کیا جائے۔

انھیں کا ایک لطیفہ اور ہے جو ضیافت ہی کی جدت طرازیوں سے متعلق ہے:

انھوں نے ایک دفعہ نہایت خوبصورت شکر کا ایک محل تیار کرایا جس میں دیواریں، چھت، محراب اور بالاخانے کیا نہیں تھا پھر صوفیا کو بلایا اور محل کی شکست و ریخت ان کے سپرد کی، وہ آئے تو انھوں نے پہلے اس قصر شیریں کو گرایا اور پھر کھانا شروع کیا۔

[illegible]

مصنفہ [illegible]

قرآن اور احادیث کی روشنی میں اخلاقی تعلیمات اور ان کی تفصیلات [illegible]

علمی حلقوں کی نظر میں — قیمت دو روپے

[illegible] الفرقان لکھنؤ